اشاعت نمبر : ۱۵۷

دین کی خدمت انجام دینے والے نائبین انبیاء، علماء کرام کے لئے

راھنما اصول
قیمتی نُصائح

از افادات

بقیة السلف داعئ کبیر حضرت مولانا ابراھیم
دیولوی صاحب دامت برکاتھم العالیه

مرتب

مولوی محمد شاکر بورسدی

مدرس: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

ناشر

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

بائی پاس روڈ، مقام: جمبوسر، ضلع: بھروچ (گجرات، الہند)

اشاعت نمبر : ۱۵۷

دین کی خدمت انجام دینے والے نائبین انبیاء، علماء کرام کے لئے

راھنما اصول
و
قیمتی نصائح

از افادات

بقیة السلف داعیٔ کبیر حضرت مولانا ابراھیم دیولوی صاحب دامت برکاتھم العالیه

مرتب

مولوی محمد شاکر بورسدی

مدرس: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

ناشر

جامعه علوم القرآن، جمبوسر

بائی پاس روڈ، مقام: جمبوسر، ضلع: بھروچ (گجرات، الھند)

کتاب کا نام :	دین کی خدمت انجام دینے والے نائبین انبیاء، علماء کرام کے لئے ’’راہمنا اصول وقیمتی نصائح‘‘
افادات:	داعیٔ کبیر بقیۃ السلف حضرت مولانا ابراہیم دیولوی صاحب دامت برکاتہم
مرتب	مولوی محمد شاکر بورسدی
سن اشاعت :	۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰۱۸ء
تعداد :	۱۰۰۰
ناشر:	جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

ملنے کا پتہ

Jamiah Uloomul Quran, by pass road
Jambusar (Dist. Bharuch) 392 150
Web: www.jamiahjambusar.com
E-mail : jamiahjambusar@gmail.com
Tel. (02644) 220786 / 220286 Fax. 222677

نمبر	فہرست مضامین	صفحہ
☆	**کلمات ناشر**	3
۱	علماء اللہ کے نائبین	5
۲	حدیث پڑھانے سے پہلے صدقہ	5
۳	صدقہ کی انواع	7
۴	شکرانہ مزاج سے خدمت کرو	7
۵	دینی خدمات خالص اللہ کا انعام ہے	8
۶	ہر عالم نبی کا نائب ہوتا ہے	9
۷	جنت میں شکر کی صفت باقی رہے گی	9
۸	دین و دنیا کی ساری چیزیں نعمت بھی ہیں امانت بھی	10
۹	نعمتوں کے تصرف میں آزادی نہیں ہے	10
۱۰	مال بہترین سہارا ہے	10
۱۱	مال سے کتنی محبت ہو؟	11
۱۲	بندہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے	11
۱۳	اسباب تو وظائفِ زندگی کے اتمام کے لیے ہیں	12
۱۴	امانت والا پہلو غالب ہو	13

13	ایسا کرو جیسا تمہیں حکم دیا گیا	۱۵
14	ایمان اور امانت کا جوڑ ہے	۱۶
14	صدق کی خصوصیت	۱۷
15	کام بھی کرو، استغفار بھی کرو	۱۸
15	کام کو اعلیٰ درجہ سے کرنا ہے	۱۹
16	اہلِ ھدی کی توفیق مانگیں	۲۰
16	اہلِ ھدی کون ہیں؟	۲۱
17	استقامت سے کام کرنا ہے	۲۲
17	امر کے حساب سے چلیں، حالات کے حساب سے نہیں	۲۳
18	انبیاءؑ طریقوں کی وضاحت کرتے ہیں	۲۴
19	دنیا حالات کا گھر ہے	۲۵
19	پریشانی کا علاج سوال ہے	۲۶
20	پوچھنا بھی ہے اور ماننا بھی	۲۷
20	دین خیر خواہی کا نام ہے	۲۸
21	**دعا**	☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمات ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وِ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، أَمَّا بَعْد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ ختم نبوت کے بعد اس مشن کی انجام دہی کا مبارک شرف علماء کرام کے حصہ میں آیا ہے، اس اعتبار سے علماء کرام حقیقی معنوں میں سماج ومعاشرہ کی اصلاح کے اولین ذمہ دار اور انسانیت کے بہی خواہ ہوتے ہیں۔ کتاب وسنت کی توضیح وتفسیر اور دعوت وارشاد کا عالی فریضہ علماء کے ذمہ عائد ہوا ہے۔

علم ایک بیش بہا دولت اور عظیم نعمت ہے، علم دین سراپا نور اور صفت الٰہی ہے، انسان کو عطاء کیئے گئے کمالات میں سے نبوت کے بعد سب سے بڑا کمال ہے، اس لیے یہ نعمت من جانب اللہ جس کو جتنی مقدار میں ملتی ہے وہ اتنا ہی سعادت مند ہوتا ہے۔ غرض کہ علماء کرام کی قدر ومنزلت، رفعت شانی اور بلند مکانی کے بیان سے کتاب وسنت کے نصوص بھرے پڑے ہیں۔

دین اسلام کی جملہ خدمات اللہ تبارک وتعالیٰ کا انعام ہیں، اس میں قرآن وحدیث کی خدمات بڑا شرف ہے، اس سے بڑھ کر کوئی خدمت نہیں ہے، گویا کہ خادمین قرآن وحدیث نائبین رب کریم و وارثین نبی کریم ہیں۔ یہ اللہ کی جانب سے اجتبا ئیت ہے، یہ نعمت ایک سعادت ہے، اس سعادت عظمی پر جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

استاذ محترم داعئ کبیر حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی مدفیوضہم العالیہ جامعہ علوم القرآن جمبوسر سے ایک سرپرست اور مربی کی طرح والہانہ تعلق رکھتے ہیں، یہ ہمارے لیے بڑی

خوش قسمتی کی بات ہے کہ حضرت والا جب کبھی وطن تشریف لاتے ہے تو سب سے پہلے جامعہ میں قدم بوسی فرماتے ہیں، اتنا ہی نہیں جامعہ کے طلبہ واساتذۂ کرام کو اپنے قیمتی ملفوظات سے مستفید فرماتے رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں میں عید الاضحیٰ کے موقع پر جب حضرت والا نیرول سے تشریف لائے تو جامعہ میں تعطیلات ہونے کی وجہ سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا، لیکن واپسی کے موقع پر حضرت نے مؤرخہ ۲۱/ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱/ستمبر/۲۰۱۸ء کو بعد نماز مغرب طلبہ کے درمیان خطاب فرمایا اور دوسرے دن صبح جامعہ کے دفتر میں اساتذۂ جامعہ کو کتاب وسنت کی عظیم خدمات پر مبارک بادی دیتے ہوئے خصوصی گفتگو فرمائی۔

زیر نظر کتابچہ حضرت مولانا کے ان قیمتی ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو آپ نے جامعہ کے اساتذۂ کرام کے درمیان فرمائی تھی۔ حضرت مولانا نے اس تقریر میں ایسی بہت ساری قیمتی اور سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل باتیں بیان فرمائی ہیں، جس کو عزیزم مولوی محمد شاکر بورسدی سلمہ (استاذ مکرم جامعہ علوم القرآن جمبوسر) نے مرتب فرما کر ''**دین کی خدمت انجام دینے والے نائبین انبیاء، علماء کرام کے لئے راہنما اصول وقیمتی نصائح**'' نامی ایک کتابچہ میں جمع فرمادی ہیں، کتاب کی صحیح قدر وقیمت تو اس کے مطالعہ پر موقوف ہے۔ دعا کرتا ہوں اللہ مؤلف کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین

باتوں کی عمدگی اور اس سے افادیت کے مدنظر رکھتے ہوئے جامعہ کا شعبۂ نشر واشاعت اس کتابچہ کو شائع کرنے کی سعات حاصل کر رہا ہے، وللہ الحمد علی ذلک۔

احقر (حضرت مولانا مفتی) احمد دیولوی (صاحب)
خادم: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ (گجرات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ وَالصَّلاۃُ والسَّلاَمُ عَلیٰ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد :

علماء اللہ کے نائبین:

اصل میں تو آپ حضرات کو مبارباد ی پیش کرنی ہے؛ کیوں کہ قرآن وحدیث کی خدمت تو بڑی خدمت ہے، اس سے بڑھ کر کوئی خدمت نہیں ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ قرآن پڑھانے والا اللہ کا نائب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (سورۂ رحمٰن: ۲،۳،۴) یعنی اللہ نے انسان کو پیدا کیا، قرآن سکھایا اور اس کو بیان سکھایا۔

گویا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ کریم کی تعلیم دینے والے ہیں، اس اعتبار سے جو بھی قرآن کی تعلیم دے وہ اللہ کا نائب ہے، جو اللہ کا کام کرے اس سے بڑھ کر کوئی شرف کی بات نہیں ہوسکتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہ" (الحدیث) اسی طرح سے جو حضرات حدیث پڑھیں پڑھاویں وہ نبی سے مناجات کررہے ہیں۔

حدیث پڑھانے سے پہلے صدقہ:

فرمایا کہ جو نبی سے مناجات کرے وہ پہلے صدقہ دے، پہلے یہ حکم تھا کہ جو کوئی

بھی نبی سے گفتگو کرنا چاہے تو وہ پہلے صدقہ دے۔ ﴿یٰـاَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡٓا اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰاکُمۡ صَدَقَةً ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَ اَطۡهَرُ﴾ (سورۂ مجادلہ:۱۲) (اے ایمان والو! جب تم پیغمبر کے ساتھ مناجات کرو، تو مناجات کرنے سے پہلے مساکین کو کچھ صدقات دیا کرو، یہ تمہارے لیے بہت بہتر اور پاکیزگی کی بات ہے۔)

اگر چہ بعد میں چل کر یہ حکم منسوخ ہوگیا، حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ اس آیت پر صرف میں نے عمل کیا، دنیا میں کسی نے اس پر عمل نہیں کیا، کیوں کہ یہ آیت ہی منسوخ ہوگئی۔ منافقین حضور ﷺ سے اپنا قرب بتانے کے لیے آپ ﷺ کے پاس باتیں کرنے کے لیے آیا کرتے تھے، تو اللہ نے اس طرح صدقہ کا حکم دے کر بریک لگا دی کہ جو نبی سے تنہائی میں گفتگو کرے وہ پہلے صدقہ دے پھر مناجات کے لیے آوے، چوں کہ صدقہ دینے کی ان کی ہمت نہیں تھی، جب اخلاص والوں کے لیے یہ حکم بھاری تھا تو پھر منافقین کیسے صدقہ کرتے، چنانچہ اس طرح منافقین پر بریک لگ گئی، یہ ان کو روک لگانے کے لئے تھا، بعد میں یہ آیت بھی منسوخ ہوگئی۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ سے بات کرنی تھی تو میں نے صدقہ دیا اور حضور سے بات کرلی، اس کے بعد اس آیت کا نسخ آگیا، تو گویا کہ میرے سوا کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔

صدقہ کی انواع:

نبی کی بات کو جو پڑھے پڑھائے وہ نبی سے مناجات کررہا ہے، نبی سے تنہائی میں بات کررہا ہے، لہذا آپ ﷺ سے بات کرنے سے پہلے صدقہ دے۔

صدقہ کی انواع ہیں، صدقہ مال کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ ”کُلُّ تَسبِیحٍ صَدَقَةٌ، کُلُّ تَحمِیدٍ صَدَقَةٌ، اَلاَمرُ بِالمَعرُوفِ صَدَقَةٌ، اِمَاطَةُ الاَذٰی عَنِ الطَّرِیقِ صَدَقَةٌ۔“ صدقہ کے تو بہت سارے انواع ہیں، تو نبی سے بات کرنے سے پہلے ان میں سے کسی پر بھی عمل کرلیں، اس طرح صدقہ کو آسان کردیا ہے۔

اصل میں یہ عرض کرنا ہے کہ قرآن وحدیث کی خدمت یہ بہت بڑا شرف ہے، اس سے بڑا کوئی شرف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دروازہ کھلا رکھا ہے، اس میں جو جتنا آگے بڑھے اس کے لیے شرف کی بات ہے۔ کلام اللہ پڑھاوے، حدیث شریف پڑھاوے، اور پھر اس سے بھی بڑھ کر اس کے مضامین کی تشریح کرے تو اور بھی آگے بات بڑھے گی۔ لہذا اس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

شکرانہ مزاج سے خدمت کرو:

انبیاء کرام علیہم السلام کا مزاج یہ ہوتا تھا کہ شکر کے مزاج سے دین کی خدمت ادا کرتے تھے؛ کیوں کہ اللہ نے ان کو نوازا ہے۔ کسی نے حضور ﷺ سے عبادت کی کثرت کی وجہ پوچھی تو آپ نے یہی تو فرمایا تھا کہ ”اَفَلاَ اَکُونَ عَبداً شَکُوراً“

جب اللہ نے مجھے ایسا بنایا ہے تو کیا میں اس کا شکر گذار بندہ نہ بنوں! اللہ نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ میری مغفرت کردی، ﴿لِيَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (سورۂ فتح:۲)۔

اس لئے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہ حضرات اپنی تمام خدمات کو شکرانہ نیتوں سے کرتے تھے کہ اللہ نے مجھ کو نوازا ہے، تو اس کا شکر ادا کیوں نہ کروں! قرآن میں انبیاء کرام کی صفات کو بیان کیا ہے کہ ﴿اِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾ (سورۂ اسراء:۳) ﴿شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهٖ﴾ (سورۂ نحل:۱۲۱) وہ اپنی عبادات کو، اپنی طاعات کو، اپنی خدمات کو شکر کے مزاج سے کرتے تھے کہ یہ تو اللہ کا ہم پر احسان ہے اس لئے ہم احسان کے شکر میں یہ کر رہے ہیں۔

دینی خدمات خالص اللہ کا انعام ہے:

دینی خدمات جتنی بھی ہیں، اول سے آخر تک یہ خالص اللہ کا انعام ہیں، اللہ کی طرف سے اجتبائیت ہے ﴿هُوَ اجْتَبَاكُمْ﴾ (سورۂ حج:۷۸)، اللہ نے ہم کو اس کام کے لیے چنا ہے، ہم اپنے اختیار سے اس میں نہیں آئے ہیں، بلکہ اللہ نے ہمیں اپنے بندوں میں سے چھانٹا ہے، یہ ایک قسم کی اجتبائیت کہلاتی ہے، یہی گمان اللہ سے کرنا چاہئے کہ اللہ نے مجھے یہ دیا ہے، میں اپنی مرضی سے نہیں آیا ہوں بلکہ اللہ نے میرے مقدر میں یہی لکھا تھا، اس لیے مجھے یہ چیز ملی ہے، کیوں کہ اللہ اپنے فیصلے میں ''اول''

ہیں۔فرمایا﴿هُــــوَ الاوَّلُ﴾ (سورۂ حدیث:۳)،اللہ نے یہ فیصلہ ہمارے بارے میں فرمایا کہ یہ خدمت کریں گے؛اسلیئے اس خدمت کی طاقت بھی دی،صلاحیت بھی دی، اسباب پیدا کر دیئے،اللہ سے یہی گمان کرنا چاہئے،نبیوں کا یہی مزاج ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی نعمتوں کے سایے تلے شکر گذار بن کر زندگی گذارتے ہیں۔

ہر عالم نبی کا نائب ہوتا ہے:

ہر عالم نبی کا نائب ہوتا ہے، ذمہ داری میں بھی نیابت،صفات میں بھی نیابت ہے کہ شکر گذاری کے ساتھ ذمہ داری کو پورا کرے، بوجھ سمجھ کر نہیں۔شکر گذاری میں بوجھ محسوس نہیں ہوتا۔

جنت میں شکر کی صفت باقی رہے گی:

شکر کی صفت بڑی صفت ہے، جنت میں شکر کی صفت باقی رہے گی۔جنتی جنت میں اللہ کا شکر ادا کریں گے،شکر جنت میں باقی رہے گا اور باقی سب صبر،تقوی ختم ہو جائے گا، جنت میں کوئی تقوی نہیں، جو جی چاہے کرو،مہمان بن کر رہو، وہاں کسی چیز کا پرہیز نہیں ہوگا۔تقوی جنت تک ہے،تقوی کی وجہ سے آدمی جنت میں اتر گیا، بس قصہ ختم،اسی طرح صبر بھی جنت تک ہی ہے،صرف شکر کی صفت باقی رہے گی۔جنتی جنت میں سب سے پہلے یہ کہیں گے،﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ﴾ (سورۂ فاطر:۳۴)

اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے یہاں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو شاکرانہ انداز سے، ممنون ہوکر کرتے ہیں کہ ہم اس کے ممنونِ کرم ہیں، ہم پر اللہ کا احسان ہے۔اس لیے ان پر یہ بوجھ نہیں ہوتا ہے۔

دین ودنیا کی ساری چیزیں نعمت بھی ہیں امانت بھی:

اس لئے ایک بات یہ یادرکھنی ہے کہ نعمت کو شاکرانہ طور پر لیا جائے تو نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔اللہ کی عادت ہے کہ شکرگذاروں کو زیادہ دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے پاس جتنی چیزیں ہیں چاہے وہ دین کی ہو یا دنیا کی وہ سب کی سب ایک طرف سے وہ نعمت ہیں تو دوسری طرف سے امانت بھی ہیں، تمام اسباب میں دونوں پہلو ہیں۔اللہ کا احسان ہے کہ بغیر مانگے دی ہیں، لہذا وہ انعام ہیں۔تو جہاں یہ نعمتیں ہیں وہاں وہ امانت بھی ہیں۔

نعمتوں کے تصرف میں آزادی نہیں ہے:

یہ ساری نعمتیں امانت کے طور پر دی گئی ہیں، اس میں تصرف کرنے کے لیے کوئی آزادنہیں ہے، زندگی کی ذمہ داریوں کی اعانت کے طور پر یہ نعمتیں دی گئی ہیں۔

مال بہترین سہارا ہے:

جس طرح مال کے بارے میں فرمایا"نِعْمَ الْمَعُوْنَةُ" کہ یہ بہترین سہارا ہے ضروریاتِ زندگی کے لیے، راحتِ زندگی کے لیے۔حقوق ادا کرنے کے لیے مال سے

بہتر کوئی سہارا نہیں۔ مال ایک نعمت ہے لیکن امانت بھی ہے، اس میں کوئی آدمی غلط تصرف نہیں کر سکتا، اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے، حضور ﷺ نے اضاعتِ مال سے منع فرمایا ہے،" نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ "۔

مال سے کتنی محبت ہو؟:

علماء نے فرمایا کہ مال سے کتنی محبت ہونی چاہئے: مال سے محبت مذموم کہی جاتی ہے، لیکن مال سے اتنی محبت ہونی چاہئے کہ جس سے مال کی حفاظت کی جا سکے، کیوں کہ حفاظت نہیں ہوگی تو مال ضائع ہوگا اور مال ضائع ہوگا تو حق کیسے ادا ہوگا؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ ایک طرف نعمت بھی ہیں تو دوسری طرف امانت ہیں۔

بندہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے:

فقہی مسئلہ یہ ہے کہ بندہ کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا، کیوں کہ جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے، اس نے تصرف کرنے کے لئے دیا ہے، جس طرح غلام کو مال دیکر تجارت کی اجازت دیتے ہیں، جس کو 'عبد ماذون' کہتے ہیں، تو اس میں اس کے تصرفات چلتے ہیں، لیکن وہیں خرچ کرے گا جہاں حکم ہے؟ ایسے ہی ہم کو اجازت دی ہے کہ اس کو خرچ کرو، لیکن کہاں خرچ کرنا ہے؟ جہاں حکم ہے وہاں خرچ کرنا ہے۔ اس اعتبار سے یہ امانت بن گیا۔ نیز اس کا امانت ہونا اس اعتبار سے بھی ہے کہ آخر میں اس

کا حساب ہوگا، خالص انعام ہوتا تو حساب نہ ہوتا، کیوں کہ انعام کا کوئی حساب نہیں ہوتا، لیکن چوں کہ یہ امانت بھی ہے اس کا حساب ہوگا۔

اسباب تو وظائف زندگی کے اتمام کے لیے ہیں:

اسباب تو بندگی کے وظائف پورا کرنے کے لیے دیئے گئے ہیں، اور بڑی بات یہ ہے کہ سوال کرنے سے پہلے ہی دے دیئے ہیں۔ اس لئے مأثور ادعیہ میں یہ دعا ملتی ہے ''اَللّٰھُمَّ یَامُبْدِیَٔ النِّعَمِ قَبْلَ اِسْتِحْقَاقِھَا '' کہ اے پروردگار! آپ تو نعمت دینے میں اپنی طرف سے شروع کرنے والے ہیں، حالاں کہ کوئی آدمی اس کا حقدار نہیں ہے، اللہ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔ پھر بھی برابر دیتے رہتے ہیں، کیوں کہ وہ کریم ہے اور کریم ہونے کی وجہ سے نعمتیں دیتے ہیں۔

ہماری حیثیت سے نہیں بلکہ اپنی حیثیت سے دیتے ہیں، چاہے وہ نعمت دین کی ہو یا دنیا کی، بڑھا چڑھا کر دیتے ہیں۔ نیکی ہوگی تو اللہ اس کے اجر کو تو اور بھی بڑھا چڑھا کر دیتے ہیں﴿وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (سورۂ نساء:۴۰) اللہ تو بڑھا بڑھا کر دیتے ہیں، دنیا والوں کی طرح ناپ تول کر نہیں دیتے۔ دنیا میں تو لوگ ناپ تول کر دیتے ہیں، جیسے کوٹا سسٹم ہوتی ہے کہ ایک آدمی کو اتنا ملے گا، اللہ کے پاس ایسا نہیں ہے، یہاں تو اپنی حیثیت کے مطابق دیتے ہیں۔

امانت والا پہلو غالب ہو:

نعمت اور امانت دونوں پہلوں کو سامنے رکھ کر کام کرنا ہے۔ زندگی کے وظائف، زندگی کی ذمہ داریوں میں امانت والا پہلو غالب ہونا چاہئے؛ اس لئے حضور ﷺ کے امین ہونے کی صفت کو سب سے پہلے ظاہر کیا گیا، ''محمد امین''، ''محمد صادق'' یہ دو صفتیں پہلے ظاہر ہوئیں۔ سچ کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک تو صدق کذب کے مقابلے میں ہوتا ہے، اور ایک صدق کے معنی وفاداری کے ہوتے ہیں، یعنی جو معاملہ اس کے ساتھ ہوا اس میں وہ وفادار رہے، یہی لوگ اصل میں ''صادق'' ہیں کہ انہوں نے کام کو پوری وفاداری اور امانت داری سے کیا۔ اللہ کے نیک بندوں میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں، ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (سورۂ احزاب:۲۳) کہ جو معاہدہ ہوا اس میں یہ سچے ثابت ہوئے۔

ایسا کرو جیسا تمہیں حکم دیا گیا:

ہمارا دین یہ ہے کہ ہم وفاداری اور امانتداری سے کام کریں گے۔ یعنی جیسا حکم ہے ویسا کریں گے ﴿فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ﴾ (سورۂ بقرہ:٦٨) ایسا کرو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ امانت داری کو بیدار کرنے کے لیے حکم دیا کہ جیسا حکم دیا گیا ہے ویسا کرو۔

ہر چیز امانت ہے، مال امانت ہے، وقت امانت ہے، ہر چیز جو دین کے لیے بساوے یا دنیا کے لیے وہ اللہ کی امانت ہے۔

ایمان اور امانت کا جوڑ ہے:

ایمان بھی ایک نعمت ہے، اللہ نے ہمیں ایمان اس لئے دیا ہے کہ اگر ایمان ہوگا تو امانت داری کی حفاظت کریں گے، بغیر ایمان کے کیسے حفاظت کرے گا؟ ایمان کی وجہ سے آدمی امانتدار بنتا ہے، ”لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ“ ، ایمان اور امانت کا جوڑ ہے۔ ایمان کی روشنی ہوگی تو ساری امانتوں کو سنبھالے گا۔ حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں جب اونٹ گم ہو جاتا تو خود تلاش کرنے جاتے تھے، حالاں کہ آپ یہ کام دوسرے سے بھی کروا سکتے تھے، لیکن چوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ بیت المال کا ہے، یہ میرے پاس امانت ہے، مجھ سے اس کا حساب ہوگا۔ یہ امانتداری اور وفاداری کا جذبہ ہے۔

صدق کی خصوصیت:

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمیشہ رخصتوں سے آگے، عزیمت پر عمل کرتے تھے، یہ بڑی وفاداری کی بات ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اللہ تو رخصت سے بھی چھوڑ دیں گے لیکن پھر بھی وہ عزیمت پر عمل کرتے تھے۔ یہ سب امانت داری اور صدق کی وجہ سے ہوتا ہے۔

صدق کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آدمی کو قیامت کے دن فائدہ دے گا۔ ﴿ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ﴾ (سورۂ مائدہ:۱۱۹) قیامت کا دن ایسا ہے کہ ناپ تول میں سچوں کو انکی سچائی نفع دے گی۔

کام بھی کرو، استغفار بھی کرو:

یہ دین کا کام بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے؛ لہذا ذمہ داری استغفار کے ساتھ پوری کی جائے۔ انبیاء کرام کا یہی طریقہ رہا کہ وہ کام بھی کرتے اور استغفار بھی کرتے۔ حالاں کہ ان کی طرف سے تو کام میں کمی کوتاہی نہیں ہوتی، پھر بھی وہ استغفار کرتے تھے، کیوں کہ وہ سمجھتے کہ حق ادا نہیں ہوا۔ جب آدمی عمل بھی کرے اور استغفار بھی کرے تو پھر اللہ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور اس کی کمی کوتاہی کو چھپا دیتے ہیں، پردہ پوشی کرتے ہیں کیوں کہ یہ کام بھی کرتا ہے اور استغفار بھی کرتا ہے، معافی بھی مانگ رہا ہے تو اللہ بھی اس کا اکرام کرتے ہیں۔

اس لئے فرمایا کہ ہم پوری امانت داری کے ساتھ کام کریں، تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، دوسری کوئی غرض اس کے پیچھے نہیں ہونی چاہئے۔ اندرو باہر ساری چیزوں کا علم صرف اللہ کو ہے، اس کے سوا کسی کو بھی ساری چیزوں کا علم حاصل نہیں ہے، اس لئے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے صاف رکھیں۔ پھر بھی کوئی کمی و کوتاہی ہو جائے، کیوں کہ ہم بشر ہیں اس لیے یہ تو ہونے ہی والی ہے، تو اس کے لیے اللہ نے معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

کام کو اعلیٰ درجہ سے کرنا ہے:

جب آدمی اعلی درجہ پر جانے کی کوشش کرے گا تو ادنی درجہ کی چیزیں خود ہی قابو میں آجائے گیں؛ یہ قاعدہ ہے کہ ہر کام کو اعلی درجہ کی نیت سے کیا جائے، بلند نیت اور

ارادہ ہوگا تو نیچے کی چیزیں خود ہی قابو میں آجائے گیں۔ایک آدمی یہ سوچے کہ میں نماز پڑھوں گا اس طرح کہ میری تکبیرِ تحریمہ فوت نہ ہو،تو کبھی تکبیرِ تحریمہ فوت جائے گی لیکن جماعت فوت نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کا ارادہ تو تکبیرِ تحریمہ کا ہے،اور کوئی یہ کہے کہ میں انتظارِ صلاۃ سے نماز پڑھوں گا،تو کبھی انتظارِ صلاۃ تو فوت ہوگا،لیکن تکبیرِ تحریمہ کبھی فوت نہیں ہوگی۔اس لئے ہمیشہ اونچی نیت سے کام کریں،اللہ تعالیٰ بھی بلند نیتوں سے کیے ہوئے کاموں کو پسند فرماتے ہیں" اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْاُمُوْرِ "۔

اہلِ ھدی کی توفیق مانگیں:

نیز اللہ تعالیٰ سے اس بات کی توفیق بھی مانگیں۔ہمارے پاس اس کی کوئی طاقت نہیں ہے،اس لیے ہمیں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ "سکھایا۔اللہ تعالیٰ سے کونسی توفیق مانگیں؟ اللہ تعالیٰ سے اہل ھدی کی توفیق مانگیں؛اس لئے ماثور دعاؤں میں ہے: " اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی "۔

اہلِ ھدی کون ہیں؟

اہل ھدی انبیاء کرام ہیں،اھل ھدی صحابۂ کرام ہیں۔یہ دو اہل ھدی کی جماعتیں ہیں۔﴿اُوْلٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَاھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰئِکَ ھُمْ اُوْلُوا الْاَلْبَاب ﴾(سورۂ زمر:۱۸) کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی۔اور صحابہ بھی اہلِ ھدی ہیں،ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ ،اُوْلٰئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ، فَإِنَّ الحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الفِتْنَة، کَانُوْا اَفْضَلَ ھٰذِهِ

الاُمَّة"، اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ یہ ہی دو جماعتیں ہیں؛ انبیاء اور صحابہ۔ان لوگوں جیسی توفیق مانگو؛ کیوں کہ اللہ نے ان کو توفیق دی ہے، جب اللہ نے ان کو دی ہے تو ہم کو بھی دیں گے،توفیق دیں گے تو اس کے اسباب بھی پیدا فرمادیں گے، یہ مطلب نہیں کہ نبی بن جائیں گے، یا صحابی بن جائیں گے،نہیں! یہ تو ممکن ہی نہیں۔اور نہ ہی کوئی مسلمان اسکی دعا مانگتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ ان کے راستے پر چلنے چلانے کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں۔

استقامت سے کام کرنا ہے:

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے کام میں استقامت پیدا کرنی ہے، یہ حکم اللہ تعالیٰ نبیوں کو دیتے تھے،﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ﴾ (سورۂ ھود :۱۱۲)فرمایا کہ آپ بھی استقامت سے رہیں،اور جو لوگ آپ پر ایمان لائیں ہیں وہ بھی استقامت سے رہیں،اللہ تعالیٰ استقامت کا حکم دیتے ہیں۔

استقامت کے حکم میں یہ بھی ہے کہ حالات میں جمے رہیں، کیوں کہ دنیا جو ہے وہ ایک طرح سے حالات کا گھر ہے،تو حالات آئیں گے:اچھے حالات بھی آتے ہیں، ناگوار حالات بھی، اجتماعی بھی آتے ہیں، انفرادی بھی؛ کیوں کہ دنیا حالات کا گھر ہے،حالات میں استقامت کے ساتھ چلیں۔

امر کے حساب سے چلیں،حالات کے حساب سے نہیں:

شریعت میں حالات کے حساب سے چلنے کا حکم نہیں ہے، بلکہ امر کے حساب

سے چلنے کا حکم ہے۔امر کیا ہے یہ دیکھنا ہے،حالات کی وجہ سے امر نہیں بدلے گا،امر کی ادائیگی کے طریقے بدلیں گے،اسی کو تو سنن کہتے ہیں؛ جیسے ’نماز قائم کرو‘ یہ امر بدلے گا نہیں ،ہاں ! نماز قائم کرنے کے طریقے بدلیں گے: بیماری کی نماز ، سفر کی نماز، جنازے کی نماز،عید کی نماز، بارش کی نماز،اس کو سنن کہتے ہیں،سنن سے امر میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔اگر یہ حکم ہوتا کہ کچھ بھی ہو جائے ،نماز پڑھو،یہی کرو، کچھ بھی ہو جائے تو مشکل ہو جاتا۔

انبیاء طریقوں کی وضاحت کرتے ہیں:

شریعت طریقوں کا نام ہے،اس لئے امر نہیں بدلے گا،طریقے بدلیں گے: جیسے زکوۃ حرام بھی ہو جاتی ہے اور جائز بھی ہو جاتی ہے۔مستحق ہے تو زکوۃ کھانا جائز ہے، کیوں کہ حالت ایسی ہوگئی۔نبی کو اسی لئے بھیجا جاتا ہے کہ وہ طریقوں وضاحت کرتے ہیں۔﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ ما نُزِّلَ اِلَيْکَ﴾ (سورۂ نحل:۴۴)تو ماَ نُزِّلَ نہیں بدلے گا،تنزیل میں تبدیل نہیں ہوسکتی۔ہاں !الگ الگ طریقوں سے اسکی تبیین ہوگی، نبی امین ہوتے ہیں،اللہ کی مراد سمجھانا ان کی ذمہ داری ہے،جب کوئی بات پیش آئے گی تو نبی سے پوچھیں گے کہ اب میں کیا کروں؟ حج کے بعد لوگوں نے بہت سوالات کیئے:یارسول اللہ ! یہ ہوگیا ، یوں ہوگیا، یوں کردیا، رمی پہلے ہوگئی، پہلے ذبح کردیا۔سوالات کیئے جاتے تھےاور حل ملتا تھا۔

دنیا حالات کا گھر ہے:

تبیین میں آسانی ہوتی ہے، پوچھنے سے دین آسان ہوگیا۔حکم تو یہی ہے کہ امر کے تابع رہو،لیکن چونکہ دنیا حالات کا گھر ہے، جوانی بھی آتی ہے، بڑھاپا بھی آتا ہے، بیماری، تندرستی ،غریبی ،مالداری، سفر،حضرسارے حالات آتے ہیں ، یہ کوئی قابو کی بات تھوڑی ہے؟ یہ چیزیں تو پیش آئیں گی۔ایسے حالات میں امر اپنی جگہ پر رہے تو بہت دشواری ہوگی،تو امر اپنی جگہ پر رہے گا ،لیکن اس کی ادائیگی کے طریقے بدل جائیں گے،طریقے بدلتے ہیں، ہرنبی کے طریقے الگ الگ تھے،یہ لوگوں کی حالات کی وجہ سے ہوتا ہے۔

پریشانی کا علاج سوال ہے:

دین میں آسانی طریقوں کی وجہ سے ہوتی ہے،طریقوں کے بدلنے سے کوئی دشواری نہیں ہوتی۔استقامت کا حکم اسی لئے دیا کہ حالات میں جم کر رہے، یہ نہیں کہ حالات کی وجہ سے امر ہی چھوڑ دیں۔امر چھوڑنے کی تو اجازت نہیں۔حالات پیدا ہوجائیں تو کیا کریں؟ کہ حالات پیدا ہوجائیں تو رجوع کریں، پریشان ہونے اور ہارجانے کی ضرورت نہیں ہے۔"اِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ السُّؤَال" آدمی حیران ہوگیا، پریشان ہوگیا تو کیا کریں کہ پوچھے،کسی سے پوچھیں گے تو اس کا جواب ملے گا۔اس طرح استقامت میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوگا۔

پوچھنا بھی ہے اور ماننا بھی:

اس لئے اپنے آپ کو پابند کریں، پھر جو حال پیش آئے اس کے مطابق پوچھ کر کے چلیں، یہی مطلوب ہے کہ پوچھے بھی اور مانیں بھی، اس طرح استقامت میں کوئی خلل نہیں آئے گا، اس لئے استقامت سے رہنے کی ضرورت ہے، اپنی ذمہ داریوں کو پابندی سے کرنا ہے۔کوئی حال پیش آجائے تو اس کا راستہ معلوم کرنا ہے، معلوم کریں گے تو اس کا راستہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں تنگی نہیں ہے ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (سورۂ حج: ۷۸) دین میں اللہ نے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔

دین خیر خواہی کا نام ہے:

لہذا اپنے کاموں کو ذمہ داری، امانت داری اور استقامت کے ساتھ پورا کرنا ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ خیر خواہی کے ساتھ کام کرنا ہے؛ دین خیر خواہی کا نام ہے، "اَلدِّيْنُ اَلنَّصِيْحَةُ" خیر خواہی کیا ہے؟ کہ اللہ کی اطاعت، اس کے رسول کی تابعداری اور نبی کی امت کے ساتھ خیر خواہی کہ ہمارے ہاتھوں سے ان کا بھلا ہوجائے؛ کیوں کہ ہر نبی اپنی امت کا ناصح ہوتا ہے، خیر خواہ ہوتا ہے، ایسے ہی جو نبی کے نائب ہوں گے کہ ان کا مزاج بھی ناصحانہ، خیر خواہانہ ہوگا، جیسے ماں پاب کا بچوں کے ساتھ ہوتا ہے، یہ ہمارے کام کرنے کے طریقے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعاء

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلیٰ سَیِّدِنَامُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الاُمِّی وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْـمَعِیْن، رَبَّنَاظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَاوَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْن، رَبَّـنَـآ اِنَّـنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَاذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّار،رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَاذُنُوْبَنَا وَقِـنَا عَذَابَ النَّار،رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَاذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّار، اَللّٰھُمَّ اَقْبِلْ بِـقُـلُـوْبِنَا اِلیٰ دِیْنِکَ واَقْبِلْ بِقُلُوْبِ جَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ عَلیٰ طَاعَتِکَ۔ رَبَّنَا اَرِنَـا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ، وَاَرِنَا البَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ، اَللّٰھُمَّ اِنَّ قُـلُـوْبَنَا وَنَوَاصِیَنَا وَجَوَارِحَنَا بِیَدِکَ لَمْ تُـمَلِّکْنَا مِنْھَا شَیْئًا فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِکَ بِـنَـا فَـکُـنْ اَنْتَ وَلِیَّنَا وَاھْدِنَآ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْل اَللّٰھُمَّ کُنْ اَنْتَ وَلِیَّنَا وَاھْدِنَآ اِلٰـی سَـوَآءِ السَّبِیْـل، اَلـلّٰھُمَّ کُنْ اَنْتَ وَلِیَّنَا وَاھْدِنَآ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْل. اَللّٰھُمَّ اَعْـطِ نَـفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَآ اَنْتَ خَیْرُمَنْ زَکّٰھَآ اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلٰھَا، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَفِّـقْـنَـا لِـمَـا تُـحِـبُّ وَتَـرْضٰـی مِـنَ الْـقَـوْلِ وَالْـفِـعْـلِ وَالعَمَلِ، رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الـدُّنْیَـاحَسَنَةً وَّ فِی الاٰخِرَةِحَسَـنَةً وَّقِنَاعَـذَابَ النَّار،وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَتُبْ

عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمِ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَاسَئَلَکَ مِنْهُ
نَبِيُّکَ وَحَبِيْبُکَ سَيِّدُنَا مُحَمَّد ﷺ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاسَئَلَکَ مِنْهُ
نَبِيُّکَ وَحَبِيْبُکَ سَيِّدُنَا مُحَمَّد ﷺ.